OPEN ACCESS
ISSN (P): 2789-3820
ISSN (O): 2789-3839

Al-Āfāq Islamic Research Journal
http://alaafaqjournal.com/index.php/alaafaq/index
Vol. 04, Issue: 01, June-2024, PP: 105-113

کرنسی نوٹ کی شرعی و فقہی حیثیت سے متعلق اقوال و نظریات کا جائزہ

An Appraisal on the Legal and Juristic State of Currency Note

Muhammad Ali
Ph.D. Scholar, Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan.
aliwalich@gmail.com

Hafiz Ateeq Ur Rehman
Visiting Lecturer, Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan.
ateeq.res.szic@pu.edu.pk

Abstract:
Islam proves to be a complete code of living. That is why it guides humanity in every possible field of this World. Same is the case for the financial sphere of man's life. Paper currency, which was not an option in the past, now emerged as the most used exchange material in the market. And being Muslims, we must look upon the legal rulings while getting into market. In this regard, this research is conducted to collect the views of Muslim scholars and jurists about currency note, it's status and limitations and prohibitions being attached to it. There come four most important thoughts and views about status of notes and this paper discusses them in detail along with different branching issues. All the opinions about currency have been given by a group of splendid scholars so every opinion has some strong base and impact. Also, scholars have provided rationale to make their opinions strong. Considering this, each of them is included in the discussion and the research concludes that currency notes are most acceptably the same permanent medium of currency as was gold and silver used in the past. Thus, all the rulings attached to that mode of currency are now applicable to this medium of currency too.
Keywords: *Currency Note, Legislation, Jurists, Debt, Price, Goods, Trade.*

صرافوں اور سناروں کی طرف سے ۱۷۰۰ء میں جاری کردہ رسیدوں نے ترقی کر کے باقاعدہ نوٹوں کی شکل اختیار کی۔ نوٹ یا بینک نوٹ در حقیقت مذکورہ رسیدوں کی باضابطہ اور ترقی یافتہ شکل ہے جو بعد میں زر قانونی قرار پایا۔ لہذا: "نوٹ حکومت کا ایک عہد نامہ ہے جو کہ بحکم سکے کی طرح واجب القبول بنایا گیا ہے۔"[1]

"نوٹ فرانسیسی زبان کی اصطلاح ہے، بینک نوٹ ایک کرنسی نوٹ ہے، جس کے حامل کو مطالبے کے وقت اس نوٹ کی حقیقی قیمت دے دی جائے گی اور یہ نوٹ بالکل اسی طریقے پر رائج ہوتا ہے البتہ یہ نوٹ مضمون ہوتے ہیں یعنی اس کے بدل کی ضمانت دی جاتی ہے تاکہ لوگ اس لین دین پر اعتماد کریں۔"[2]

نوٹ کی فقہی حیثیت کے چار مشہور اقوال اور نظریات ہیں:

1. نوٹ دَین (debt) کی سند (certificate) ہیں۔
2. نوٹ سامان (goods) ہے۔
3. نوٹ سونے اور چاندی کا بدل یا قائم مقام (substitute) ہے۔

4. نوٹ بذاتِ خود ثمن عرفی (customary price) ہے اور فلوس (فلس کی جمع ہے، سونا چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کے بنے ہوئے سکے کو فلوس کہتے ہیں، جو لوگوں کے درمیان لین دین میں مروجہ ہو اور ان کی اصطلاح کی وجہ سے ثمن قرار پایا ہو۔[3]) کے حکم میں ہے۔

پہلا نظریہ: نوٹ دَین (*debt*) کی سند (*certificate*) ہیں۔

گزشتہ صدی کے بیشتر علمائے ہند (جن میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ شامل ہیں) کا نوٹ سے متعلق یہ موقف رہا ہے کہ:

> "نوٹ دَین کی سند ہے، نوٹ نہ مال ہے، نہ سونے اور چاندی کا بدل ہے اور نہ بذات خود ثمن ہے بلکہ یہ محض اُس دَین کی ایک سند ہے جو حاملِ نوٹ کے لیے جاری کنندہ کے ذمہ واجب ہے۔"[4]

دلائل:

اس موقف پر اہم دلائل یہ پیش کیے جاتے ہیں کہ:

1) ہر نوٹ پر یہ وعدہ لکھا ہوتا ہے کہ اس کے حامل کو بوقتِ مطالبہ اس نوٹ کی حقیقی قیمت ادا کی جائے گی۔ لٰہذا یہ وعدہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ نوٹ دَین کی سند اور وثیقہ ہے۔ چنانچہ علامہ سید احمد الحسینیؒ نوٹ کی ماہیت اور حقیقت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: قابلة لدفع قيمتها لدى الاطلاع لحاملها، لم يجعل شكا في انها سندات ديون الخ [5] (یہ بات کہ اس کے حامل کو مطالبے کے وقت اس نوٹ کی حقیقی قیمت ادا کر دی جائے گی بلاشبہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ نوٹ قرض کی سند ہے۔)
2) ان نوٹوں کا بدل بصورت سونا یا چاندی جاری کنندہ کے خزانے میں ہونا ضروری ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان نوٹوں کی قیمت اسی بدل کی وجہ سے ہے، لہذا نوٹ اس بدل کی سند ہے۔[6]
3) نوٹ کاغذ کا ایک معمولی پرزہ ہے پھر ایک پرزہ زیادہ قیمت کا ہے اور دوسرا کم قیمت کا ہے۔ مثلاً سو کا نوٹ اور پچاس کا نوٹ، حالانکہ ذاتاً دونوں کاغذ برابر ہیں لیکن قیمت میں فرق ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اصل چیز بدل ہی ہے۔[7]
4) اگر نوٹوں کے ذریعے تعامل (Custom) ختم ہو جائے تو حکومت اس کا ضمان ادا کرتی ہے۔ یہ بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ اس دَین کی سند ہے۔[8]

تفریعات (یعنی اس قول پر جو فقہی مسائل مرتب ہوتے ہیں):

اس قول پر جو فقہی مسائل متفرع ہوتے ہیں ان میں سے بعض مشہور مسائل درج ذیل ہیں:

1. بیع سَلم میں نوٹ رأس المال نہیں بن سکتا کیونکہ نوٹ پر قبضہ ثمن پر قبضہ نہیں بلکہ اس کی سند پر قبضہ ہے۔ تو گویا رأس المال (capital) پر قبضہ نہیں پایا گیا۔ حالانکہ بیع سَلم میں رأس المال پر قبضہ ضروری ہے، ورنہ "بيع الكالئ بالكالئ" (ادھار کی بیع ادھار کے ساتھ) ہو جائے گی، جو شرعاً ممنوع ہے۔[9]
2. نوٹوں سے سونے چاندی کی خریداری جائز نہیں، اس لیے کہ نوٹ بھی سونے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ لہذا یہ بیع صرف ہوئی اور جس نے نوٹ لیے ہیں اس نے سونے پر ابھی قبضہ نہیں کیا۔ لہذا تقابض في المجلس نہ ہوا جو بیع صرف کے جواز کی شرط ہے بلکہ اس رائے کے مطابق تو دو نوٹوں کا آپس میں تبادلہ بھی جائز نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ یہ بيع الدين بالدين (بيع الكالئ بالكالئ) ہے جو ناجائز ہے۔[10]

3. فقیر کو محض نوٹ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہو گی۔[11]
4. نوٹوں کے ذریعے معاملہ "حوالہ" ہے جو" تعاطی "(کسی خاص لفظ کے بغیر لین دین کرنا) کے طریقے سے درست ہے یعنی زید عمر کو نوٹ دے کر گویا یہ کہہ رہا ہے کہ میرے ذمے تمہارا جو دین ہے اس کی یہ سند ہے اور تم بجائے مجھ سے اس کے جاری کنندہ سے وصول کرو اور یہی حوالہ ہے۔[12]

خلاصہ یہ کہ نوٹ پر درج وعدہ نوٹ کی ثمنیت کو باطل نہیں کرتا بلکہ اس کو مزید تقویت دیتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے نوٹ کے ساتھ لین دین کے سلسلے میں لوگوں کا اعتماد بڑھ جاتا ہے، لہذا یہ موقف نہایت کمزور اور موجب حرج ہے بلکہ ناقابل عمل ہے اس لیے آج کل کے حالات میں اس کو اختیار نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرا نظریہ: نوٹ سامان (goods) ہے۔

نوٹ مال اور سامان (goods) ہے کیونکہ لین دین اور سارے معاملاتِ نفس کاغذ سے متعلق ہی ہوتے ہیں اور کاغذ مالِ متقوم (قیمت والا) ہے جس کی قدر و قیمت عُرف و رواج کی وجہ سے بڑھ گئی ہے، جیسے ہیرے جواہرات انتہائی قیمتی ہوتے ہیں لیکن ان کی حیثیت مال اور سامان کی ہوتی ہے۔ہندوستانی علمائے کرام میں علمائے رام پور اور احمد رضا بریلویؒ کی بھی یہی رائے ہے اور یہی شیخ عبدالرحمن بن سعدیؒ کے نزدیک راجح معلوم ہوتی ہے۔[13]

دلائل:

عروض (سامان) کی جتنی تعریفات ہوئی ہیں وہ سب کاغذی نوٹ پر صادق آتی ہیں۔ مثلاً:

1) العرض هو كل ما عدا العين والطعام من الاشياء كلها۔ سونے، چاندی اور بعام کے علاوہ تمام اشیاء سامان میں داخل ہیں۔
2) هو ما سوى النقد۔ جو نقد کے علاوہ ہو وہ سامان ہے۔
3) هو كل مالا زكوة في عينه۔ سامان ہر وہ چیز ہے، جس کی ذات میں زکوۃ واجب نہ ہو۔
4) هو ما عدا الحيوان والطعام والنقد۔[14] سامان حیوان، بعام اور نقد کے علاوہ ہر چیز کو کہتے ہیں۔
5) جب نوٹ کے بدلے میں کوئی چیز خریدی جائے تو عقد اس نوٹ پر واقع سمجھا جاتا ہے، سونے یا چاندی پر واقع نہیں سمجھا جاتا اور اس نوٹ کی قیمت مقرر ہوتی ہے تاکہ لوگ اس میں رغبت کا اظہار کریں، یہ نوٹ اپنی ذات کے اعتبار سے سونے چاندی سے بالکل مختلف ہے، یہ محض ایک کاغذ ہے، اگرچہ ثمن بننے میں سونے چاندی کی طرح ہے اور سونے چاندی کے موافق ہے، لیکن اس موافقت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو سونے یا چاندی کا حکم دیا جائے، دیکھیے موتی یا ہیرا اگر قیمت میں سونے چاندی کے برابر یا اس سے زائد ہو جائے تو کیا موتی یا ہیرے کو سونے یا چاندی کا حکم دیا جائے گا؟ نہیں، ہر گز نہیں، اسی طرح نوٹ کا معاملہ بھی ہے۔[15]
6) نوٹ مکیلات میں سے ہے نہ موزونات میں سے اور اس کی کوئی ایسی جنس بھی نہیں جس پر نوٹ کو قیاس کیا جائے۔
7) فقہائے کرام نے یہ باقاعدہ ذکر کیا ہے کہ نئے واقعات کو مشابہ ترین منصوص علیہ شئ کے ساتھ ملایا جائے گا اور اسی کا حکم ان واقعات جدیدہ کو دیا جائے گا۔ اس قاعدہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ نوٹ کو سامان کے ساتھ ملایا جائے کیونکہ سامان اس کو کہتے ہیں کہ جو کیلی ہو نہ وزنی ہو، نہ حیوان ہو اور نہ زمین۔[16]

8) حکومت اگر ختم ہو جائے تو ان نوٹوں کی کچھ قیمت باقی نہیں رہتی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بذاتِ خود نقد (زر) نہیں، گو وقتی طور پر زر قرار دیا گیا ہے، تاکہ لوگوں کی رغبتیں بڑھ جائیں، بخلاف سونے چاندی کے کہ اس میں یہ بات نہیں، وہ بہر حال نقد ہی ہے۔ لہذا سونے چاندی پر نوٹوں کو قیاس کرنا اور ان کے احکام ان کو دینا قیاس مع الفارق ہے۔[17]

تفریعات:

اس موقف پر جو سب سے اہم اور خطرناک مسئلہ متفرع ہوتا ہے وہ یہ کہ کاغذی نوٹ اموال ربویہ میں سے نہیں، لہذا نوٹوں میں ربا الفضل جائز ہوگا۔ مثلاً زید عمر کے ہاتھ ایک ہزار روپے آٹھ سو روپے میں فروخت کر سکتا ہے۔ البتہ ربا النسیئہ نوٹوں میں ان کے ہاں بھی ناجائز ہے کیونکہ وہ "كل قرض جرنفعا فهو ربا" کے کلیہ میں داخل ہے۔ چنانچہ

1. احمد رضا خان بریلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ: نعم يجوز بيعه بازيد من رقمه وبانقص منه كيفما ترا ضيا الخ.[18] ہاں نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہوئی ہے اس سے زائد یا کم پر اس کا بیچنا جائز ہے جبکہ باہمی رضامندی سے ہو۔
2. فتاویٰ سعدیہ میں مذکور ہے: فتعين انها سلع يثبت لسائر السلع من زيادة ونقصان و جواز بيع بعضها ببعض متماثلا او متفاضله من جنس او اجناس۔[19] تو یہ ثابت ہو گیا کہ یہ نوٹ سامان ہے اور دوسرے سامان کی طرح اس میں کمی وبیشی جائز ہو گی خواہ دونوں نوٹ ہم جنس ہوں یا مخالف الجنس ہوں۔
3. الورق النقدى ليس بمكيل ولا موزون حتى يلحق بالاصناف الربوية المنصوص عليهافي الحديث.[20] کاغذی نوٹ نہ مکیل ہے نہ موزون جب تک کہ اس کے ساتھ ربا کی خصوصیات نہ پائی جائیں۔
4. نوٹوں میں اگر تجارت کی نیت نہ ہو زکوۃ واجب نہیں۔
5. نوٹوں کے ذریعے مضاربت جائز نہیں، کیونکہ مال کا دراہم یا دنانیر ہونا ضروری ہے، یا نقود کا ہونا ضروری ہے، جبکہ نوٹ نقود نہیں عروض ہیں۔[21]

تیسرا نظریہ: نوٹ سونے اور چاندی کا بدل یا قائم مقام (*substitute*) ہے۔

تیسرا موقف نوٹوں سے متعلق یہ ہے کہ نوٹ سونے چاندی کا قائم مقام ہے یعنی نہ تو ان کی حیثیت سند دَین کی ہے اور نہ یہ عروض ہے اور ان میں بذات خود ثمنیت ہے لیکن چونکہ عُرف ورواج کی وجہ سے کاغذی نوٹ اصل ثمن (سونے چاندی) کے قائم مقام اور اس کا بدل ہے لہذا جو احکام اصل اور مبدل کے ہوں گے وہ احکام نوٹوں میں بھی جاری ہوں گے۔[22]

اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کی اس سلسلے میں جو قرارداد ہے، اس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

> و بعد الاطلاع على قرار المجمع رقم 9 فى الدورة الثالثة بان العملات الورقية نقود اعتبارية فيها صفة كاملة، ولها الاحكام الشرعية المقررة للذهب والفضة من حيث احكام الربا والزكاة والسلم وسائر احكامها-[23]
>
> پیپر کرنسی زر اعتباری ہے، جس میں کامل ثمنیت ہے، سود، زکوۃ، سلم اور دیگر احکام جو سونے اور چاندی کے ہیں، وہ احکام نوٹ کے بھی ہیں۔

دلائل:

اس پر اتفاق ہے کہ نوٹ تمام معاملات میں سونے چاندی کا بدل اور اس کا قائم مقام ہے، اور تمام معاملات میں نوٹ نے سونے چاندی کا مقام لیا،

تو لا محالہ احکام میں بھی نوٹ سونے چاندی کی طرح ہوگا، خاص طور پر جبکہ مشہور اصولی قاعدہ ہے کہ "البدل له حكم المبدل" یعنی بدل احکام میں مبدل کی طرح ہوگا، یہاں مبدل سونا اور چاندی ہے، اور بدل کاغذی نوٹ ہے۔[24]

فتاویٰ سعدیہ میں مذکور ہے:

> ان الاعمال بالنيات، وان الامور الشرعية بمقاصدها و معانيها، لا بالفاظها و رسومها، فالمقصود من هذه الانواط انما هو ان تكون اثماناً بمنزلة الذهب والفضة-[25]
>
> اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور احکام شرعیہ میں اعتبار معانی اور مقاصد کا ہے، معروف اصولی قاعدہ ہے: " الامور بمقاصدها "یعنی تمام امور کا دار و مدار مقاصد پر ہے، الفاظ اور ظاہری شکلوں پر نہیں۔ تو نوٹ کی وضع سے مقصد ثمنیت ہے، لہذا مقاصد کے اعتبار سے نوٹ سونے اور چاندی کی طرح ہو گیا۔

تفریعات:

نوٹ تمام احکام شرعیہ میں جب سونے چاندی کی طرح ہو گیا اور سونے چاندی کا مقام نوٹ کو نیابتاً حاصل ہو گیا، تو نوٹ کے وہی احکام ہوں گے جو سونے چاندی کے ہیں، اور وہ معروف ہیں۔ لہذا:

1. نوٹ پر زکوۃ واجب ہو گی۔
2. نوٹ کے ذریعے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔
3. نوٹ میں ربا کی تمام اقسام جاری ہوں گی، یعنی ربا الفضل اور ربا النسیئۃ نوٹ میں حرام ہوں گے۔ لیکن اس نظریے کے اعتبار سے اس کا مطلب یہ ہے کہ دو نوٹوں کا تفاضلاً تبادلہ اس وقت ناجائز ہو گا جب ان دونوں نوٹوں کا اصل اور مبدل سونا ہے، یا چاندی ہے، اس صورت میں چونکہ یہ دونوں نوٹ متحد الجنس ہوں گے، اس لیے ان کی تفاضلاً بیع درست نہ ہو گی، لیکن اگر دو نوٹ ایسے ہوں کہ ان میں سے ایک کا مبدل اور اصل سونا ہے اور دوسرے کا چاندی ہے، تو اس صورت میں ان دونوٹوں کی تفاضلاً بیع درست ہو گی۔ کیونکہ یہ دونوں مختلف الجنس ہیں۔ البتہ جانبین سے قبضہ جس کو "تقابض" کہتے ہیں، ضروری ہے کیونکہ یہ بیع صرف ہے، جس میں تقابض ضروری ہوتا ہے۔
4. بیع صرف اپنی شرائط کے ساتھ نوٹ میں جائز ہو گی۔[26]

چوتھا نظریہ: نوٹ بذاتِ خود ثمن عرفی (customary price) ہے اور فلوس کے حکم میں ہے۔

نوٹ کی فقہی حیثیت سے متعلق چوتھا نظریہ یہ ہے کہ نوٹ بذات خود ثمن عرفی ہے اور احکام میں فلوس کی طرح ہے، یعنی نوٹ نہ سند ہے، نہ دین، نہ عروض، نہ سونے چاندی کا بدل، بلکہ خود ثمن ہے اور احکام شرعیہ میں فلوس کی طرح ہے۔[27]

شیخ عبداللہ بن سلیمانؒ جو دار الافتاء ریاض کے رکن ہیں، فرماتے ہیں:

> هذه النظرية ترى ان الاوراق النقدية كالفلوس في طرو الثمنية عليها فما ثبت للفلوس من احكام الربا و الزكوة والسلم تثبت للاوراق النقدية مثلها وقد قال بهذه النظرية مجموعة كبيرة من افاضل العلماء، ويعتبر القائل بها في الجملة وسطا بين القائلين بالنظرية السندية والقائلين بالنظرية الغرضية، ولا شك انه اقرب الاقوال الى الاصابة في نظرنا-[28]
>
> اس نظریے کا حاصل یہ ہے کہ نوٹ ثمن طاری ہونے میں فلوس کی طرح ہیں، سو ربا، زکوۃ اور سلم کے جو احکام فلوس میں جاری ہوتے ہیں، وہ احکام نوٹوں میں بھی جاری ہوں گے، اس نظریے کی قائل فاضل علماء کی ایک بڑی تعداد ہے اور اس نظریے کا قائل دو نظریوں یعنی یہ نظریہ کہ نوٹ سند ہے اور یہ نظریہ کہ نوٹ عرض ہے، کے درمیان فیصل اور ثالث ہے، (یا اس نظریے کا قائل مذکورہ دونوں نظریوں کے قائلین کے درمیان میں ہے یعنی یہ نظریہ اعتدال پر مبنی

ہے)اور بلاشبہ یہ نظریہ ہماری نظر میں حق اور درستگی کے زیادہ قریب ہے۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے اس نظریہ کی پُرزور تائید فرمائی کہ:

1) اس قول کو علمائے فاضل کی ایک بڑی جماعت کی طرف منسوب کیا۔

2) اس قول کے قائل کو وسط کہا۔

3) اس قول کو حق کے زیادہ قریب کہا۔[29]

شیخ عبداللہ بن بسامؒ فرماتے ہیں کہ:

لانها ليست ذهبا ولا فضة وانما هى اثمان تتغير كما تتغير القروش بالكساد والرواج و تقرير الحكومات - فان كان الورق بالقروش اشبه و به اولى فالاحسن ان تلحق به وان تعطى حكمه و حكم القروش معروف.[30]

کیونکہ یہ (نوٹ) سونا اور چاندی نہیں، یہ تو اثمان ہیں ان میں کساد، رواج اور حکومتوں کے انقلابات سے اس طرح تغیر واقع ہوتا ہے جس طرح نِکل کے سکے بدلتے ہیں، پس اگر نوٹ نِکل کے سکوں کے زیادہ مشابہ ہیں اور ان کے زیادہ قریب ہیں تو بہتر یہ ہے کہ ان کو انہی کے ساتھ ملایا جائے اور ان کو انہی کا حکم دیا جائے اور نِکل کے سکوں کا حکم معروف ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانیؒ فرماتے ہیں:

فاتضح لنا بذكرنا ان النقود الورقية لم تبق الآن سندات الديون في تخريجها الفقهي، وانما صارت اثمانا رمزية يعبر عنها الفقهاء بكلمة النافقة، فان الفلوس النافقة تكون قيمتها الاسمية اضعاف قيمتها الذاتية فكذلك الأوراق النقدية تكون قيمتها الاسمية اضعاف قيمتها الذاتية وجرت بها التعامل العام فيما بين الناس دون ايما فرق بينها و بين الفلوس النافقة۔[31]

اس بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کاغذی نوٹ اب دیون کی سندات نہ رہے۔ اب تو یہ علامتی اثمان بن گئے، جن کو فقہائے کرام "فلوس نافقہ" کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں کیونکہ فلوسِ نافقہ کی ظاہری قیمت اس کی ذاتی قیمت سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ کاغذی نوٹ کا یہی حال ہے کہ ان کی ظاہری قیمت ان کی ذاتی قیمت سے کئی گنا زیادہ ہے اور ان نوٹوں کے ذریعے لوگوں کے درمیان تعامل جاری ہے اور تعامل کے لحاظ سے ان میں فلوس میں کوئی فرق نہیں۔

ڈاکٹر محمد سلیمان اشقر بیان کرتے ہیں کہ:

القول الثالث انها عملة نقدية قائمة بذاتها تعامل معاملة الذهب و الفضة الا انها شي آخر ليست هى الذهب و ليست هى الفضة و ليست هي قائمة مقام لذهب ولا لفضة، بل هى اجناس اخرى بحسب الدول المصدرة لها، فالدنانير الكويتية جنس والدنانير العراقية جنس ثمان والدولارات الامريكية جنس ثالث وهكذا- ودليل هذا القول دليل واحد وهو القياس على الذهب والفضة يجامع الثمنية، وهذا القول هو السائد الآن في الاوساط الاسلامية الملتزمة بالشريعة وقد درج عليه غالبية المسلمين الملتزمين في التعامل وصدرت الفتاوى من كثير من المفتيين بهذا القول وصدرت قرارات من بعض المجامع الفقهية بموجبة[32]

نوٹوں کے بارے میں تیسرا قول ہے کہ یہ بذاتِ خود ایک زر ہے، جس کے ساتھ سونے چاندی جیسا معاملہ کیا جاتا ہے، مگر یہ مختلف چیز ہے، نہ یہ سونا ہے نہ چاندی ہے اور نہ یہ سونے چاندی کا قائم مقام ہے بلکہ یہ (نوٹ) جاری کنندہ ممالک کے پیش نظر بالکل مختلف اجناس ہیں۔ کویتی دینار ایک جنس ہے، عراقی دیار جنس ثانی ہے، امریکی ڈالر جنس ثالث ہے اور

اسی طرح دوسری کرنسیوں کا حال ہے اور اس قول کی دلیل ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ نوٹوں کو سونے اور چاندی پر علت ثمنیت کی وجہ سے قیاس کیا جاتا ہے۔ اب ان ممالک میں جہاں شریعت کی پابندی کی جاتی ہے، اس قول کو درست سمجھا جائے اور اکثر مسلمان اسی کے مطابق باہمی معاملات چلاتے ہیں۔ بہت سے مفتیانِ کرام نے اسی قول کے مطابق فتوے جاری کیے اور بعض فقہی اکیڈمیوں سے اس کے موافق قرار دادیں پاس ہوئی ہیں۔

نوٹ کی شرعی حیثیت سے متعلق ایک معروف نظریہ: نوٹ سونے چاندی کی طرح مستقل زر ہے۔

نوٹ کی شرعی حیثیت سے متعلق ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ نوٹ سونے چاندی کی طرح مستقل زر ہے کیونکہ نوٹوں میں زر کی تمام صفات پائی جاتی ہیں۔ قیمتوں کا ذخیرہ اور قابل پیمانہ بھی ہیں اور لوگ ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں، شرعی اعتبار سے یہی زر کی حقیقت ہے۔

جیسا کہ امام مالکؒ کا قول ہے: اگر لوگ اپنے درمیان چمڑے کے ذریعے خرید و فروخت کو رائج کر دیں یہاں تک کہ وہ چمڑے ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائیں تو میں سونے چاندی کے بدلے ان چمڑوں کو ادھار فروخت کرنا پسند نہیں کروں گا۔ یہ بات واضح کرتی ہے کہ شے کوئی بھی ہو اس کی حیثیت زر کی ہو سکتی ہے، چاہے چمڑا ہی کیوں نہ ہو۔[33]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے ان الفاظ سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے:

> اما الدرهم والدينار فما يعرف له حد طبعي ولا شرعي بل مرجعه إلى العادة والاصطلاح و ذلك لانه في الاصل لا يتعلق المقصود به بل الغرض ان يكون معيار الما يتعاملون به والدراهم والدنانير لا تقصد لنفسها بل هي وسيلة الى التعامل بها ولهذا كانت الثمانا بخلاف سائر الاموال فان المقصود الانتفاع بها نفسها فلهذا كانت مقدرة بالامور الطبيعة او الشريعة والوسيلة المحضة التي لا يتعلقها غرض لا بمادتها ولا بصورتها يحصل بها المقصود كيف ما كانت[34]

> درہم و دینار کی کوئی ذاتی اور شرعی تعریف نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق عرف اور اصطلاح سے ہے کیونکہ درہم و دینار بذات خود مقصود نہیں ہوتے بلکہ یہ باہمی لین دین کا ایک ذریعہ ہیں اسی لیے یہ زر شمار ہوتے ہیں، چونکہ باقی اموال سے فائدہ اٹھانا مقصود ہوتا ہے اس لیے ان کی یہ حیثیت نہیں ہے۔ وہ ذریعہ جس کے مادہ وصورت سے کوئی غرض وابستہ نہ ہو وہ جیسا بھی ہو اس سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

چونکہ دلائل کے لحاظ سے یہ نظریہ قوی ہے اور اس پر کیے گئے اعتراضات زیادہ وزنی نہیں اس لیے دورِ حاضر کے علماء کی اکثریت، بیشتر مفتیان کرام کے فتاویٰ اور اہم فقہی اداروں کی قرار دادیں اس کے حق میں ہیں۔

بنوری ٹاؤن کے فتویٰ کے مطابق:

> ”ہمارے زمانہ میں جب کرنسی نوٹ کو قانونی طور پر کرنسی تسلیم کر لیا گیا اور اس کے ذریعے لین دین کا رواج ہو گیا اور اب اس کی سونے اور چاندی سے وابستگی ختم ہو گئی ہے اور ان کے پیچھے کوئی سونا نہیں ہے تو یہ کرنسی نوٹ سونے چاندی کی رسید نہیں ہیں، بلکہ ان کی اپنی مستقل حیثیت ہے، اور یہ خود مال اور ثمن ہے، جو خرید و فروخت میں سونے چاندی کی طرح ہیں، تجارتی لین دین بالخصوص بیع سلم، مضاربت، شرکت اور اسی طرح زکوۃ کی ادائیگی وغیرہ میں ان کا حکم وہی ہے جو سونے اور چاندی کا ہے۔ چنانچہ آج کل نوٹوں کی حیثیت وہی ہے جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں سونے چاندی کی تھی، لہذا جس طرح سونے کی سونے کے بدلے، یا چاندی کی چاندی کے بدلے میں کمی بیشی کے ساتھ خرید و فروخت کرنا سود ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اور ادھار میں بھی سودا کرنا حرام ہے، اسی طرح نوٹوں کا تبادلہ بھی آپس میں کمی زیادتی اور ادھار میں کرنا سود ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔“[35]

نوٹ کی فقہی حیثیت کے متعلق تمام نظریات پر تنقیدی نگاہ ڈالی جائے تو قابل ترجیح بات یہی لگتی ہے کہ نوٹ کو مستقل کرنسی ہی سمجھا جائے بالکل اسی طرح جیسا کہ سونا اور چاندی مستقل کرنسی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اس پر اسی حیثیت سے تمام تر مسائل اور احکام بھی منطبق کیے جائیں۔ اس رائے کے غالب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر دوسری تمام آراء کو بنظر غائر دیکھا جائے تو ان میں عملیت محدود ہو جاتی ہے۔ نیز ان کے نتیجے میں ایک امکان تو یہ بنتا ہے کہ لین دین ہی بند ہو جائے جو کہ غیر حقیقی بات ہے اور دوسری صورت میں سود رائج ہو جائے اور افراد معاشرہ کی طرف سے مختلف حیلوں کی بناء پر زکوۃ کی ادائیگی بھی مشکل ہو جائے۔[36]

زر کاغذی کی حیثیت کے بارے میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت ایپلیٹ بینچ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ: سونے چاندی کے قدیم سکوں کی طرح دورِ حاضر کا زر کاغذی تبادلے کی سہولت اور لین دین کے لیے عملی طور پر تقریباً فطری زر جیسا بن چکا ہے۔ چنانچہ یہ قرآن و سنت کے انہی احکام کے ماتحت ہوگا جو سونے چاندی کے سودوں یا تبادلے کے بارے میں ہیں۔ آرگنائزیشن آف اسلامک کوآپریشن (OIC) کی اسلامی فقہ کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ (۱۱ تا ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء) میں یہ قرار پایا کہ زر کاغذی حقیقی زر کی نمائندگی کرتا ہے جس میں قدر کے تمام خواص ہیں اور وہ شریعت کے انہی اصولوں کے ماتحت ہے جو ربا، زکوۃ، سلم اور دیگر سودوں کے حوالے سے سونے چاندی کے بارے میں ہیں۔[37]

خلاصہ بحث

کرنسی نوٹ موجودہ دور کی لین دین میں استعمال ہونے والی رائج مضمون کرنسی ہے، جس کی فقہی حیثیت کے حوالے سے دین کی سند، سامان (Goods)، سونے چاندی کا متبادل اور باقاعدہ عرفی ثمن ہونے کی آراء موجود ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ وغیرہ اس کے دین کی سند ہونے کے حق میں دلائل پیش کرتے ہیں اور یہ نقطہ نظر اس لحاظ سے کمزور ہے کہ یہ نوٹ کی ثمنیت کو باطل قرار دیتا ہے جو کہ قابل عمل نہیں ہے۔ علمائے رام پور اور احمد رضا بریلویؒ اور شیخ عبدالرحمن بن سعدیؒ کے نزدیک راجح ہے کہ نوٹ مال متقوم اور عروض کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نقطہ نظر کی خطرناک جہت یہ مسئلہ ہے کہ کاغذی نوٹ اموال ربویہ میں سے نہیں، لہذا نوٹوں میں ربا الفضل جائز ہوگا۔ اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کی مجلس اور دیگر کئی فقہاء کی رائے کے مطابق نوٹ سونے اور چاندی کا بدل ہے لہذا جو احکام اصل اور مبدل کے ہوں گے وہ احکام نوٹوں میں بھی جاری ہوں گے۔ شیخ عبداللہ بن سلیمان، شیخ عبداللہ بن بسام، مفتی محمد تقی عثمانی اور ڈاکٹر محمد سلیمان اشقر کے نزدیک نوٹ نہ سند ہے، نہ دین، نہ عروض، نہ سونے چاندی کا بدل، بلکہ خود ثمن ہے اور احکام شرعیہ میں فلوس کی طرح ہے۔ ایک اور معروف ترین نظریہ یہ ہے کہ نوٹ سونے چاندی کی طرح مستقل زر ہے کیونکہ نوٹوں میں زر کی تمام صفات پائی جاتی ہیں۔ اس رائے کی تائید میں امام مالکؒ، امام ابن تیمیہؒ وغیرہ کے اقوال ملتے ہیں۔ اور دلائل کے لحاظ سے یہ نظریہ قوی ہے اور اس کے رد پر کیے گئے نظریات مضبوط نہیں ہیں اس لیے دورِ حاضر کے علماء کی اکثریت، بیشتر مفتیان کرام کے فتاویٰ اور اہم فقہی اداروں کی قرار دادیں اس کے حق میں ہیں۔ تحقیقی و تنقیدی جائزہ کے نتیجے میں یہی رائے قابل قبول اور زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے کیونکہ اسے اپنانے سے عوام الناس کو مشکل سے دوچار نہیں ہونا پڑتا۔ اور یہ قابل عمل نظریہ ہے۔

@ 2024 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)

حوالہ جات

حوالہ جات

[1] مجاہد الاسلام قاسمی، جدید فقہی مباحث، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی، ۲۰۰۹ء، ۲/۸۸

[2] محمد تقی عثمانی، مولانا، کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم، میمن اسلامک پبلشرز، کراچی، ۲۰۱۱ء، ص:۲۳

[3] وزارت الاوقاف والشئون الاسلامیة، موسوعۃ الفقھیۃ، طباعت ذات السلاسل، کویت، ۱۹۹۰ء، ۲۴۸/۲۰

[4] مولانا اشرف علی تھانوی، امداد الفتاویٰ، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۳/۲، ۲۰۱۰ء؛ جدید فقہی مباحث، ۱۸۱/۲

24/2001/01, [5] Currency Note, www.ziyaurrahman.com/2018/09/blog-post-4.html

[6] الشیخ عبد الرحمن الناصر السعدي، الفتاویٰ السعدیۃ، مکتبۃ المعارف، الریاض، ۱۹۶۸ء، ص:۳۲۴

[7] ڈاکٹر عصمت اللہ، زر کا تحقیقی مطالعہ، ادارہ المعارف، کراچی، ۲۰۰۹ء، ص:۹۸

[8] ستر بن ثواب الجعید، احکام الاوراق النقدیۃ والتجاریۃ في الفقہ الاسلامی، جامعہ ام القری، المملکۃ السعودیۃ العربیۃ، ۱۴۰۶ھ، ص:۱۷۴

[9] کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم، ص:۳۰

[10] مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ۲۰۱۶ء، ص:۱۰۵

[11] مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات، کراچی، ۲۰۰۸ء، ج۳، ص:۱۵۰

[12] زر کا تحقیقی مطالعہ، ص:۱۰۰

[13] فتاوی السعدیۃ، ص:۳۲۹-۳۲۷

[14] احکام الاوراق النقدیۃ والتجاریۃ فی الفقہ الاسلامی، ص:۱۵۹-۱۵۸

[15] الفتاوی السعدیۃ، ص:۳۱۷

[16] زر کا تحقیقی مطالعہ،، ص:۱۰۵

[17] فتاوی السعدیۃ، ص:۳۱۹

[18] احمد رضا خان بریلوی، کفل الفقیۃ الفاہم فی احکام قرطاس الدراھم، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص:۱۸۵

[19] فتاوی السعدیۃ، ص:۳۱۹

[20] محمد عثمان شبیر، المعاملات المالیۃ المعاصرۃ فی الفقہ الاسلامی، دار النفائس، اردن، ۲۰۰۸ء، ص:۱۶۴

[21] زر کا تحقیقی مطالعہ، ص:۱۰۷

[22] جدید فقہی مباحث، ۱۸۱/۲

[23] مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، الدورۃ الخامس، ۱۴۰۹ھ، ۱۳۴/۳

[24] زر کا تحقیقی مطالعہ، ص:۱۱۰

[25] فتاوی السعدیۃ، ص:۳۲۳

[26] زر کا تحقیقی مطالعہ، ص:۱۱۱

[27] حافظ ذوالفقار علی، معیشت و تجارت کے اسلامی احکام، ابوہریرہ اکیڈمی، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص:۱۹۳؛ جدید فقہی مباحث، ۱۸۳/۲

[28] جدید فقہی مباحث، ۱۸۳/۲

[29] زر کا تحقیقی مطالعہ، ص:۱۱۳

[30] ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، کاغذی کرنسی کی تاریخ-ارتقاء-شرعی حیثیت، فضلی سنز، کراچی، ۱۹۹۸ء، ص:۵۰

[31] اسلام اور جدید معاشی مسائل، ۱۵۵/۳

[32] مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، الدورۃ الخامسۃ، العدد الخامس، ۱۶۸۶/۳

[33] معیشت و تجارت کے اسلامی احکام، ص:۱۹۶

[34] امام احمد ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی، اشراف الرئاسۃ العامۃ لشئون الحرمین الشریفین، سعودی عرب، س ن، ۲۰۲/۱۹

[35] کرنسی نوٹ اور اس کے ذریعے سونا چاندی ادھار خریدنے کا شرعی حکم، دارالافتاء : جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، فتوی نمبر:144411100008 ، https://www.banuri.edu.pk/readquestion/curncy-not-aur-us-ke-zare-sona-chandi-udhar-kahredne-ka-sahi-hukum-144411100008/21-05-2023، تاریخ استفادہ:٦ مئی ۲۰۲۴ء

[36] معیشت و تجارت کے اسلامی احکام، ص:۱۹۷

[37] محمد ایوب، اسلامی مالیات، رفاہ سینٹر آف اسلامک بزنس، اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، ص:۱۲۴